ڈاکٹر سعدیہ نسیم :

ظرفی میں کا مطالعہ

"میں" حروف ربط میں سے ایک حرف ہے اور ظرفی حالت پر دلالت کرتا ہے۔ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی کا کہنا ہے کہ قدیم اردو میں ، 'میں'، ماں، منہ، منیں ، اور منے، استعمال ہوئے ہیں۔ ۱

ڈاکٹر محی الدین زور نے اس سلسلے میں علاقائی تخصیص بھی کی ہے۔ 'میں' اور اس کی مختلف لغات کے استعمال کے سلسلے میں لکھتے ہیں :

"جو حروف جر گجراتی هندوستانی میں مستعمل تھے، ان میں سے بعض ایسے ھیں جو دکنی میں نظر نہیں آتے، یعنی مانہ، منھ، مانھی ، مہیں وغیرہ" - ۲

اس پر مزید اضافہ کرتے ہوئے کہتے ہیں :

"دکنی میں ایسے موقعوں پر 'منے' یا 'میں' استعمال ہوتا تھا۔ واضح ہو کہ یہ موخر الذکر حروف جر (یعنی منے اور میں) گجراتی میں بھی متذکرہ بالا کے علاوہ موجود تھے"- ۳

۱۔ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی : "جامع القواعد (حصہ صرف)"، طبع اول، لاهور ، مرکزی اردو بورڈ، ۱۹۷۱ع، ص ۴۷۵ -

۲۔ ڈاکٹر محی الدین زور : "هندوستانی لسانیات" طبع سوم، لاهور ، مکتبہ معین الادب، سنہ ۱۹۶۱ ع، ص ۱۳۰ -

۳۔ ایضاً : ص ۱۳۰ - ۱۳۱ -

زور کی تحقیق سے جو مطلب اخذ کیا جاسکتا ہے وہ یہ ہے کہ مانہ، منھ، مانھی اور سیں، وہ لغات ہیں جو صرف گجراتی اردو سے مخصوص ہیں اور دکنی اردو میں مستعمل نہیں رہیں۔ حالانکہ اردو کی قدیم ترین دست‌یاب مثنوی ''کدم راؤ پدم راؤ'' جو دکن میں تصنیف ہوئی، ان استعمالات سے خالی نہیں۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

(i) وھی بدھ من مانہ دھر نیں سوھار

(ii) تہیں دیکھ مکھ کھال کر میاں منہ

(iii) نہ تھا تیسرا کوئی ھم میل مانھ۔۱

جارج گرائرسن نے دکنی گرامر کی ذیل میں بتایا ہے کہ اس میں ظرفی حالت کے لیے 'میں' کے علاوہ ایک اور لغت 'موں' بھی مستمل تھی۔۲ گویا 'موں' ان کے نزدیک دکنی سے مخصوص ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے، اس کا استعمال گجرات کے علاوہ شمالی ہند میں بھی کہیں کہیں دیکھا گیا ہے۔ گرائرسن نے لکھا ہے کہ ظرفی ''میں'' کے لغات مختلف زبانوں میں یہ تھے:

برج بھاشا: مئیں، میں۔

قنوجی: موں، مائیں، مئیں، میں۔

مغربی ھندی: میں۔۳

۱۔ فخردین نظامی: ''مثنوی کدم راؤ پدم راؤ'' طبع اول، مرتبہ جمیل جالبی، کراچی، انجمن ترقی اردو پاکستان، سنہ ۱۹۷۳ع، ص ۱-۲، ۱۱، ۲۱۱، ۲۲۱۔

2. George Grierson: "Linguistic Survey of India" Vol. IX, Calcutta, p. 60.

۳۔ ایضاً ص ٦۔

ڈاکٹر مسعود حسین خاں نے اس بات کی نشاندھی کی ھے کہ هریانی زبان میں ظرفی میں کی جو مختلف لغات مستعل تھیں، وہ یہ ھیں:

مانہہ، میں، ماں، ماھیں، موں، مانجھہ ۱ ۔

مذکورہ بالا ماھرین لسانیات کی تحقیق کی روشنی میں ھم اس نتیجے پر پہنچتے ھیں کہ ظرفی 'میں' کی مختلف لغات اردو اور دوسری زبانوں میں مستعمل رھی ھیں جو حسب ذیل ھیں:

میں، مانہ، مانھہ، منہ، منے، منیں، مانھی، مہیں، مئیں مائیں، مانجھہ اور موں وغیرہ۔

ان تمام لغات کا استعمال اپنی جگہ، لیکن یہ بھی حقیقت ھے کہ ان لغات کے پہلو بہ پہلو 'میں' هر جگہ موجود و مستعمل رھا۔ اس کا استعمال کسی ایک علاقے سے مخصوص نہیں۔ گجراتی میں بھی ملتا ھے، دکنی میں بھی، شمالی ھند کی کھڑی (اردو) میں بھی اور "هریانی" میں بھی، جسے اردو ھی کی ایک شاخ کہا جاتا ھے۔ چنانچہ ظرفی 'میں' اور اس کے مختلف لغات کی اصل اور ان کے ارتقائی مدارج کا جائزہ لینے کے لیے ضروری معلوم ھوتا ھے کہ ادب اردو کا ایک تاریخی مطالعہ کرلیا جائے۔ اس سلسلے میں اول دکنی و گجراتی اردو کو لیں۔ دکنی اردو میں فخر دین نظامی کی مثنوی " کدم راؤ پدم راؤ" کو تقدم زمانی حاصل ھے۔ اس سے چند استعمالات کی مثالیں پہلے نقل کی جاچکی ھیں- یہاں چند دوسری لغات کا استعمال دیکھیے:

۱۔ ڈاکٹر مسعود حسین خاں: "مقدمہ تاریخ زبان اردو" لاھور سنہ ۱۹۶۶ع، ص ۱۹۷ - ۱۹۸ -

نہ رووے کدھیں چور کی ماں پکار
روے گھال کر سکھ کوٹھی منجھار
بھرے سمند میں جیو بھریا ایک مات
نہ گھالیں ادھک ہوئے گھریں نہ گھاٹ۔ ۱

شیخ بہاء الدین باجن گجراتی (م سنہ ۹۱۲ ھ) کا ایک مصرع ہے:

جیسا کوئی من منہ چنت وے ویسا بھی نہوئے۔ ۲

شاہ علی محمد جیو گام دھنی گجراتی (م سنہ ۹۷۳ھ) کے چند مصرعے دیکھیے:

(i) ہورجے اس منہ ندیاں بارے۔
(ii) اصیل عورت کے تین تکرے جیری کینہیں عورت ماھان۔
(iii) چوتھا بھاگ کہلے جو اس منہ پھلیں ڈھانپے جسے اس تھا نہاں۔ ۳
(iv) سکھ، منہ دکھ کی بات نہ کیجے۔ ۴

۱۔ فخردین نظامی: ”کدم راؤ پدم راؤ“ کراچی، انجمن ترقی اردو پاکستان، سنہ ۱۹۷۳ء، ص ۷۷، ۱۸۷۔
۲۔ حافظ محمود شیرانی: ”پنجاب میں اردو“ طبع چہارم، لاھور، مکتبہ معین الادب، سنہ ۱۹۷۲ء، ص ۲۰۱۔ شمس اللہ قادری نے ان کا یہ شعر بھی نقل کیا ہے۔
سنڈل من میں دھمکے رباب رنگ میں جھکے۔ اردوے قدیم ص ۷۴۔
۳۔ ایضاً: ص ۲۱۹، ۲۲۲۔
۴۔ مولوی عبدالحق: ”اردو کی ابتدائی نشو و نما میں صوفیاء کرام کا کام“ کراچی انجمن ترقی اردو پاکستان، سنہ ۱۹۷۷ء، ص ۲۷۔

شیخ وجیہ الدین گجراتی (م سنہ ۹۹۸ھ) کا ایک جملہ ہے:

اس میں ہور کیا خوب ہے اس دنیا میں کہ دل خدا سوں مشغول ہووے۔ ۱

شیخ خوب محمد چشتی گجرات کے مشہور شاعر گزرے ہیں۔ ان کا انتقال سنہ ۱۰۲۳ ہجری میں ہوا۔ ان کے چند مصرعے دیکھیے:

(i) میں اس مانہ کہیا ہے سوے۔

(ii) ارض سما منہ جسے نہ سمائے۔

(iii) نعت میں کرتا ہوں سیر۔ ۲

(iv) اس موں یاد رہے کچھ بات۔ ۳

(v) جدائی دوہوں مانہہ اس بھانت آن۔ ۴

خوب محمد چشتی نے "خوب ترنگ" میں "مہیں" بھی استعمال کیا ہے۔ دو مصرعے ملاحظہ کیجیے:

(i) چین مہیں چتاری جان۔

۱۔ شمس اللہ قادری: اردوے قدیم، لکھنو، نول کشور پریس، سنہ ۱۹۳۰ء، ص ۷۴۔

۲۔ حافظ محمود شیرانی: "پنجاب میں اردو" لاہور، مکتبہ معین الادب، سنہ ۱۹۷۲ء، ص ۲۲۵، ۲۲۶۔

۳۔ شمس اللہ قادری: "اردوے قدیم" لکھنؤ نول کشور پریس، سنہ ۱۹۳۰ء، ص ۷۸۔

۴۔ مولوی عبدالحق: "اردو کی ابتدائی نشو و نما میں صوفیاء کرام کا کام" کراچی، انجمن ترقی اردو پاکستان، سنہ ۱۹۷۷ء، ص ۷۵۔

(ii) چین سہیں یوں رنگ ملائے۔ ۱

وجہی کی مثنوی "قطب مشتری" (تصنیف سنہ ۱۰۱۸ھ) کے دو مصرعے یہاں نقل ہیں:

(i) بنایا گھراں اس میں ہے دھات کے۔

(ii) منجے بے نیازی دے دو جگ منیں۔ ۲

"سب رس" (تصنیف سنہ ۱۰۴۵ھ) کا ایک جملہ ہے:

نظر جس وقت عقل کے بند میں تے بھار آیا تھا۔ ۳

قلی قطب شاہ کے یہاں 'میں' اور 'منے' پہلو بہ پہلو ملتے ہیں۔ دو مصرعے یہاں نقل ہیں۔

(i) کیوں چھپا پیویں سے پھلاں گلزار منے۔

(ii) گاہے منجے گلزار میں لے جاؤتی توں کھینچ کر۔ ۴

حسن شوقی کے یہاں بھی یہی صورت ہے۔ دو مصرعے دیکھیے:

(i) ہر یک شے منے مظہر حق رہے۔

(ii) دھواں جا لگن میں ہوا کہکشاں۔ ۵

۱- عبدالقادر سروری: "اردو مثنوی کا ارتقا" حیدرآباد دکن، سنہ ۱۹۴۰ء، ص ۲۸، ۲۹۔

۲- ملا وجہی: "مثنوی قطب مشتری" کراچی، انجمن ترقیء اردو پاکستان، سنہ ۱۹۵۳ء، ص ۲ تا ۴۔

۳- ملا وجہی: "سب رس" مرتبہ مولوی عبدالحق، کراچی، انجمن ترقی اردو پاکستان، سنہ ۱۹۷۷ء، ص ۱۶۹۔

۴- قلی قطب شاہ: "کلیات قلی قطب شاہ" مرتبہ سید محی الدین قادری زور، حیدرآباد دکن سنہ ۱۹۴۰ء، ص ۳۴۹ تا ۳۴۲۔

۵- حسن شوقی: "دیوان حسن شوقی"، مرتبہ جمیل جالبی، طبع اول، کراچی، انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۷۱ء۔

کمال خان رستمی بیجا پوری کے "خاور نامہ" (تصنیف سنہ ۱۰۵۹ھ) میں بھی یہ استعمال اسی طور پر ہے جیسے یہ مصرعے:

(i) بندیابات میں نقش نام خدا۔

(ii) دھرے چاند روشن کوں تاریاں منیں۔ ۱

علی عادل شاہ ثانی شاہی کے بھی چند مصرعے یہاں نمونتہً درج ہیں:

(i) عقل کی خلوت منے فکر اچھے رائے زن۔

(ii) دیکھو اس پھول تے ہے باغ منیں سب پر مل۔

(iii) گر کوئی نظر کر عشق کی درپن میں دیکھے گاین۔ ۲

ابن نشاطی کی مثنوی "پھولبن" (تصنیف سنہ ۱۰۶۶ھ) میں بھی عام طور پر 'میں' اور 'منے' استعمال ہوا ہے البتہ 'موں' کی مثالیں بھی مل جاتی ہیں۔ چند مصرعے ملاحظہ ہوں:

(i) پشانی میں رکھیا آدھے چندر کوں۔

(ii) لکھیا تو جیب کے طالع منے بات۔ ۳

(iii) کروں ہر شب نین موں آب پاشی۔ ۴

ملک الشعرا ملا نصرتی کے یہاں بھی یہی صورت ہے، البتہ

۱۔ کمال خان رستمی بیجاپوری: "خاورنامہ" مرتبہ شیخ چاند ابن حسین کراچی، سنہ ۱۹۶۸ء، ص ۱۔

۲۔ علی عادل شاہ ثانی شاہی: "کلیات شاہی" دھلی، سنہ ۱۹۶۲ء، ص ۱۰۰، ۱۱۶، ۱۲۶۔

۳۔ ابن نشاطی: "مثنوی پھولبن" کراچی، انجمن ترقیٔ اردو پاکستان، سنہ ۱۹۵۵ء ص ۲۔

۴۔ ڈاکٹر محمد باقر: "اردوے قدیم دکن اور پنجاب میں" لاھور، مجلس ترقی ادب، سنہ ۱۹۷۲ء، ص ۳۷۔

'میں' کی ایک اور لغت "منجھار" بھی دیکھنے میں آتی ہے۔ جیسے درج ذیل شعر میں :

اپس آپ دیٹھا سجنجل منجھار
ترنم معنبر سٹیا جل منجھار۔ ۱

اس کی مثال ہاشمی دکنی کے یہاں بھی ملتی ہے مثلاً یہ شعر :

اگر عشق نئیں ہے تو کے ٹھار ٹھار
پریشاں ہو بارا پھرے جگ مجھار۔ ۲

قاضی محمود بحری کے یہاں صرف 'میں' اور 'منے' کا استعمال ملتا ہے۔ دو مصرعے یہاں نقل ہیں :

(i) مد پیوں دلآرام سوں مل بیٹھ چمن میں
(ii) جو رکھیے ہیں نظر منے کو نین۔ ۳

ولی کے یہاں بھی یہی صورت ہے۔ ان کے چند مصرعے درج ذیل ہیں :

(i) کب لگ رکھو گے طرز تغافل کو دل منیں۔
(ii) جگ منے دوجا نہیں ہے خوب رو تجھ سار کا۔
(iii) اسے دشوار ہے جگ میں نکلنا غم کے پھاندے سوں۔ ۴

۱- ملا نصرتی : "دیوان نصرتی" لاہور، سنہ ۱۹۷۲ء۔
۲- ڈاکٹر محمد باقر : "اردوئے قدیم دکن اور پنجاب میں" لاہور، سنہ ۱۹۷۲ء ص ۵۳۔
۳- قاضی محمود بحری : "کلیات بحری" مرتبہ ڈاکٹر سید محمد حفیظ، لکھنؤ، مطبع نولکشور، سنہ ۱۱۱۲ھ، ص ۱۷۲، ۱۷۳۔
۴- ولی، "کلیات ولی" مرتبہ سید نورالحسن ہاشمی، کراچی، انجمن ترقی اردو پاکستان، ۱۹۵۴ء۔

اس مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ میں، منے اور منیں عام طور پر استعمال ہوتے رہے۔ البتہ دوسری لغات صرف چند لوگوں کے یہاں دیکھنے میں آتی ہیں۔ مثلاً فخردین نظامی کی "کدم راؤ پدم راؤ" میں، ابن نشاطی کی "پھولبن" میں، شیخ خوب محمد چشتی، شیخ وجیہ الدین گجراتی، شیخ بہاءالدین باجن اور شاہ علی محمد جیوگام دھنی وغیرہ کے یہاں۔ موخرالذکر چاروں بزرگوں کا تعلق گجرات سے ہے۔ ان کے یہاں 'میں' کی دوسری لغات کا استعمال عام ہے۔ غالباً اسی وجہ سے زور نے یہ نتیجہ نکالا کہ ان لغات مانہ، منہ اور مانھی و مہیں کا تعلق گجراتی اردو سے خاص ہے۔ ہوسکتا ہے کہ کدم راؤ پدم راؤ میں اس استعمال کو دیکھ کر یہ سوچا جائے کہ یہ گجراتی بزرگوں کے اثرات کا نتیجہ ہوگا لیکن اس کے ساتھ یہ حقیقت بھی پیش نظر رہنی چاہئے کہ ان بزرگوں میں شیخ بہاءالدین باجن نے ۹۱۲ ھجری میں وفات پائی، شاہ علی محمد جیوگام دھنی نے ۹۰۳ ھجری میں، شیخ وجیہ الدین گجراتی نے ۹۹۸ ھجری میں اور شیخ خوب محمد چشتی نے ۱۰۲۳ ھجری میں۔ جب کہ فخردین نظامی کی مثنوی ان سے بہت پہلے یعنی ۸۲۵، ۸۳۹ ھجری کے درمیانی عرصے کی تصنیف ہے۔ تاہم اگر زور کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے یہ سوچ بھی لیا جائے کہ یہ لغات گجرات کی بول چال سے دکنی نے اخذ کیے ہونگے تو پھر اس حقیقت کی کیا توجیہہ ہوگی کہ ھریانی میں بھی یہ لغات مستعمل رہے۔ چنانچہ زیادہ امکان اس بات کا ہے کہ یہ لغات دکنی، گجراتی، ھریانی وغیرہ نے کسی ایک یا چند ایسی بولیوں سے لیے ہوں جن میں یہ لغات عموماً استعمال ہوتے تھے۔ اس سلسلے میں کوئی حتمی رائے قائم کرنے سے پیشتر ضروی معلوم ہوتا ہے کہ شمالی ھند کی اردو کا بھی مختصر

جائزہ لے لیا جائے۔ امیر خسرو (م ۷۲۵ھ) نے ومیں' استعمال کیا ہے:

جل کر بنے جل میں رہے آنکھوں دیکھا خسرو کہے۔ ۱

کبیر کہتے ہیں:- سکھ میں سمرن نا کیا دکھ میں کیا یاد۔ ۲

امیر خسرو کے یہاں دیگر لغات میں سے کوئی استعمال ہوئی یا نہیں؟ اس سلسلے میں کوئی حتمی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ نمونے کم دستیاب ہیں اور جو ہیں ان پر سے اکثر بے اعتباری کا اظہار کیا جاتا رہتا ہے۔

اسمٰعیل امروہوی شمالی ہند کے ایک اور قدیم شاعر ہیں۔ ان کی مثنویوں میں، منیں، منے اور میں، کا استعمال پہلو بہ پہلو ملتا ہے۔ چند مصرعے ملاحظہ ہوں:

(i) میں ہوں سب فرشتان منیں زور تر

(ii) ہوئے ہیں جو ایکتا منے حمل سیں

(iii) گناہاں میں بھریا ہوں میں بے شمار۔ ۳

اس کے علاوہ ایک اور لغت 'موں' بھی استعمال ہوئی ہے۔ جیسے درج ذیل مصرعے میں:

۱۔ شمس‌اللہ قادری: "اردوئے قدیم" لکھنؤ، نول کشور پریس، ۱۹۳۰ع، ص ۵۵۔

۲۔ ایضاً: ص ۴۷۔ کبیر کی دو اور مثالیں:- تجو بدلو یہ چترائی رھونہنگ جگ مائیں (پنجاب میں اردو ص ۲۰۴)۔ جب لگ سندھو بن مانہی۔ (داستان زبان اردو ص ۲۰۶)۔

۳۔ اسماعیل امروہوی: "اردو کی دو قدیم مثنویاں" مرتبہ نائب نقوی، طبع اول، لاہور، مجلس ترقیٔ ادب، ۱۹۶۹ع، ص ۱۱۶۔

کہ خیرات سب کام موں ھے اول۔ ۱

لیکن یہ استعمال کم ھوا ھے۔

فائز (م ۱۱۵۱ھ) اور افضل جھنجھانوی کے یہاں منیں اور میں، دونوں کا استعمال ملتا ھے۔ افضل کے زمانے کے تعین کا جہاں تک تعلق ھے اس سلسلے میں اسپرنگر نے اپنی فہرست میں، قایم چاندپوری کے تذکرے کے حوالے سے لکھا ھے کہ "افضل، عبداللہ قطب شاہ سے جو ۱۰۲۰ھ میں تخت نشین ھوتا ھے، پیشتر گزرا ھے"۔ شیرانی لکھتے ھیں:

"قایم نے افضل کا جو زمانہ دیا ھے، اس میں بظاھر ایک غلطی معلوم ھوتی ھے، وہ یہ کہ عبداللہ قطب شاہ درحقیقت ۱۰۳۵ھ میں تخت نشین ھوتا ھے نہ کہ ۱۰۲۰ھ میں، جوکہ محمد قطب شاہ کی تخت نشینی کا سال ھے۔ اس کی یہی صورت ھوسکتی ھے کہ یا تو قایم نے محمد قطب شاہ کے نام کے بجائے عبداللہ قطب شاہ یا ۱۰۳۵ھ کی جگہ ۱۰۲۰ھ لکھ دیا" - ۲

مندرجہ بالا دونوں آرا سے زمانے کا بالکل صحیح تعین تو نہیں ھوسکتا، البتہ یہ کہا جاسکتا ھے کہ افضل ۱۰۲۰ھ یا ۱۰۳۵ھ سے قبل کسی وقت گزرا ھے۔ اس کے "بارہ ماسہ" کا ایک طویل اقتباس شیرانی نے "پنجاب میں اردو" میں نقل کیا ھے۔ اس کے دو مصرعے یہاں نقل کیے جاتے ھیں۔

۱- اسماعیل امروھوی: "اردو کی قدیم مثنویاں" مرتبہ نائب نقوی، ص ۱۳۳-

۲ - حافظ محمود شیرانی: "پنجاب میں اردو" طبع دوم، لاھور، مکتبہ معین الادب، ص ۲۴۰ -

(i) اوتھا (آٹھا) کر گھر منیں دھومش مچاھی (مچائی)۔

(ii) تمامی تن بدن میں آگ لاھی۔ ۱

فائز کے یہاں منیں اور میں دونوں مستعمل رہے۔ 'منیں' کے سلسلے میں ایک مصرع دیکھیے:

اس گھر منیں وہ دلبر استاد نہ آیا۔ ۲

تاباں کے یہاں صرف 'میں' استعمال ہوا ہے، جیسے درج دیل مصرعے میں:

چمن میں نہایت مرا دل لگا تھا۔ ۳

کربل کتھا کا ایک جملہ ہے:

مدینہ میں دادا کی قبر پر ھوتیاں۔ ۴

حاتم کا ایک مصرع بھی درج ذیل ہے:

شکست آتی ہے اس میں موج سے سے دیکھیو ساقی۔ ۵

نسبتہً قدیم نمونوں کے لیے شیرانی اور ڈاکٹر مسعود حسین خاں نے کچھ اور تحریریں نقل کی ھیں۔ "پرتھی راج راسا" سے کچھ اقتباس شیرانی نے نقل کیا ہے، ظرفی 'میں' کے سلسلے میں اس کے چند مصرعے دیکھیے:

۱۔ حافظ محمود شیرانی: "پنجاب میں اردو" لاھور، مکتبہ معین الادب، سنہ ۱۹۷۲ء، ص ۲۴۸، ۲۴۹۔

۲۔ فائز: "دیوان فائز" مرتبہ سید مسعود حسن رضوی ادیب دھلی، ۱۹۴۶ء، ص ۱۷۸۔

۳۔ تاباں: "دیوان تاباں" مرتبہ مولوی عبدالحق، اورنگ آباد دکن، انجمن ترقیٔ اردو، سنہ ۱۹۳۵ء، ص ۳۔

۴۔ فضل علی فضلی: "کربل کتھا" مرتبہ مالک رام و مختارالدین احمد، دھلی، ۱۹۶۵ع۔

۵۔ شیم ظہورالدین حاتم: "شاہ حاتم حالات و کلام" مرتبہ غلام حسن ذوالفقار، لاھور، مکتبہ خیابان ادب، سنہ ۱۹۶۴ع، ص ۹۴۔

(i) تنن من ایکن چوالیس یارن۔

(ii) ہوا سیر دن مان۔

(iii) سنے کرنن آنا مہی پت آین۔

(iv) ملے آپ میں سن مکھن دست چومیں۔ ۱

شیام سندرداس کا کہنا ھے کہ "پرتھی راج راسو" میں ومیں' کے ساتھ ساتھ "مجھ" بھی استعمال ھوا ھے۔ ۲ "پرتھی راج راسو" چند بردائی کی تصنیف ھے جس کے بارے میں ڈاکٹر مسعود حسین خاں نے لکھا ھے کہ "ھندی کے سب سے پہلے اور بڑے شاعر ھونے کا فخر چندر بردائی (۱۱۵۹ء تا ۱۱۹۲ء) کو حاصل ھے۔ جس کی مشہور و معروف تصنیف "پرتھوی راج راسو" سے متعلق تحقیق کا بہت بڑا ذخیرہ جمع ھوگیا ھے۔ یہ دھلی کے آخری ھندو راجا پرتھوی راج کا دوست، وزیر اور درباری شاعر تھا"۔ ۳ مزید لکھتے ھیں کہ "پرتھی راج کے پروانوں سے پرانی کھڑی بولی کی شکل جھلکتی ھے۔ پرتھوی راج نے چونکہ دھلی کو راج دھانی بنایا تھا اس لیے وھاں کی زبان سے متاثر ھونا ضروری تھا۔ لیکن دھلی (پرانا اندر پرست) ھریانی کے علاقے میں واقع تھی، اس لیے اس کی بعض خصوصیات (بھی) پائی جاتی ھیں"۔ ۴ چند بردائی چونکہ پرتھی راج کا وزیر

۱۔ حافظ محمود شیرانی: "پرتھی راج راسا (مطالب و تنقید و تبصرہ)" دھلی، انجمن ترقی اردو ھند، ۱۹۴۳ء، ص ۲۳۷، ۲۳۸۔

۲۔ ڈاکٹر شوکت سبزواری: "اردو زبان کا ارتقا" ڈھاکہ، گہوارہ ادب، ۱۹۵۶ء، ص ۲۳۸۔

۳۔ ڈاکٹر مسعودحسین خان: "مقدمہ تاریخ زبان اردو" پہلا پاکستانی ایڈیشن، لاھور، سنہ ۱۹۶۶ء، ص ۷۵۔

۴۔ ایضاً: ص ۸۰۔

بھی تھا، لہذا وہ راجا کے ساتھ اسی علاقے میں رہا ہوگا۔ چنانچہ اس کی زبان پر بھی کھڑی بولی کے اثرات لازمی ہیں۔ 'پرتھی راج راسو' سے چند مصرعے اوپر نقل کیے گئے، اب "پرتھوی راج" کے (بارھویں صدی عیسوی کے) ایک پروانے سے ظرفی 'میں' کے استعمال کے سلسلے میں نمونہ ملاحظہ ہو:

"جین کے ریم میں راکڑ روپیہ ۵۰۰۰ تمرے آبائی گوڑے کا کھرچ سیوائے آویں گے کھجانم سے انم کو کوئی معاف کریں گے"۔ ۱ (ترجمہ: جس کے سبب پانچ ہزار نقد اور ھاتھی گھوڑے کا خرچہ تمہیں شاھی خزانے سے بھیجا جائے گا۔)

یہ پروانہ جس کا اقتباس اوپر نقل کیا گیا، آنند سمبت ۱۱۴۵ میں لکھا گیا جس کا بکرم سمبت ۱۲۳۵ ہوتا ہے اور عیسوی کے اعتبار سے یہ بارھویں صدی کے ہوتے ہیں۔ ۲

پرتھوی راج کی بہن پرتھا بائی کا ایک خط دستیاب ہوا ہے جو اس نے ستی ہونے سے پہلے اپنے بیٹے کو لکھا تھا، اس خط کے چند جملے ملاحظہ ہوں:

> "سری حضور سمر (جنگ) میں مارے گئے اور ان کے سنگ رشی کیش بھی بیکنٹھ کو پدھارے ہیں۔ رشی کیش جی ان چار لوگوں میں سے ہیں جو دلی سے میرے سنگ دھیز میں آئے تھے"۔ ۳

۱۔ ڈاکٹر مسعود حسین خاں: "مقدمہ تاریخ زبانِ اردو" لاہور، مکتبہ عالیہ۔ سنہ ۱۹۶۶ع، ص ۸۱۔

۲۔ ایضاً: ص ۸۰۔

۳۔ ایضاً: ص ۷۱، ۱۰۳۔

اس پروانے میں تینوں مقامات پر 'میں' کا استعمال موجودہ صورت اور قاعدے کے مطابق نظر آتا ہے۔ ڈاکٹر مسعود حسین خاں نے برج کا درج ذیل شعر بھی اپنی کتاب میں درج کیا ہے:

بانہہ چھڑائے جات ہو جان کر بنل موئے
ہردے میں سے جاؤ گے تو مرد بدھوں گی توئے۔ ۱

کھڑی اور برج ملی زبان کے نام سے خسرو کا یہ شعر بھی نقل کیا ہے:-

ایک کنی نے گن کینا ہریل پنجرے میں دیدینا۔ ۲

نام دیوجی کے نام سے جو شبد "گروگرنتھ صاحب" میں درج ہیں ان سے کچھ اقتباسات عباداللہ گیانی نے اپنی کتاب میں درج کیے ہیں۔ ان میں ظرفی 'میں' کے لیے 'میں' کے علاوہ 'من' کا استعمال ملتا ہے۔ نمونہ ملاحظہ ہو:

(i) دیھی مہجد (مسجد) من (میں) مولانا سہج نواج (نماز) گجارے (گزارے)۔

(ii) بادساہ (بادشاہ) مہل (محل) میں جائے۔ ۳

بھگت کبیر کے کلام سے جو شبد نقل کیے ہیں، ان میں ماہیں اور ماھی کا استعمال بھی ملتا ہے؛ مثلاً:

(i) بندے کھوج ھر روج (روز) نہ پھر پریسانی (پریشانی) ماہیں (میں)۔

(ii) ھم مندے مندے من ماھی۔ ۴

۱۔ ایضاً: ص ۱۷، ۱۰۳۔
۲۔ عباداللہ گیانی: "گروگرنتھ اور اردو" طبع اول، لاہور، مرکزی اردو بورڈ، سنہ ۱۹۶۶ء، ص ۲۹۔
۳۔ ایضاً: ص ۳۵، ۵۰۔

سہیل بخاری کا کہنا ہے کہ "اردو کے پورے جملے اور فقرے ہمیں پہلی بار بھگتوں کی شاعری میں دیکھنے کو ملتے ہیں اور ان میں مرہٹی کے شاعر گیانیشور کو اردو کا پہلا شاعر کہا جا سکتا ہے۔" ۱ گیانیشور کے درج ذیل شعر میں 'سوں' اور 'میں' دونوں لغات پہلو بہ پہلو استعمال ہوتی ہیں:

دنیا تج کر کھاک لگائی جاکر بیٹھا بن موں
کھیچر مدرا بجرا سن میں دھیان دھرت ہے من موں۔ ۲

گیانیشور کی چھوٹی بہن مکتا بائی بھی مرہٹی بولی کی شاعرہ تھی۔ اس کا جنم شک سمبت ۱۲۰۱ مطابق سنہ ۱۲۷۹ عیسوی بتایا گیا ہے۔ اس کے شعروں میں بھی کھڑی بولی کی جھلکیاں ملتی ہیں۔ ایک مصرع یہاں نقل ہے:

لال بیچ میں اولا کالا اونٹھ پینٹھ سوں کالا۔ ۳

ڈاکٹر مسعود حسین خان نے "همیر راسو" سے ایک نمونہ نقل کیا ہے جس کا ذکر یہاں بے محل نہ ہوگا۔ "همیر راسو" شارنگ دھر ۴ سے منسوب ہے اور هندی ادبیات کے "ویر گاتھا" ۵ عہد سے تعلق

۱۔ ڈاکٹر سہیل بخاری: "اردو کی کہانی" طبع اول، لاهور، مکتبہ عالیہ، سنہ ۱۹۷۵ء، ص ۱۶۱۔
۲۔ ایضاً: ص ۱۶۱۔
۳۔ ڈاکٹر سہیل بخاری: "اردو کی کہانی" لاهور، مکتبہ عالیہ، سنہ ۱۹۷۵ء، ص ۱۶۲۔
۴۔ اپ بھرنش کا نامور مصنف اور شاعر۔ اس دور کے دو ایک دوسرے مصنف و شاعر ودیا دھر اور سوم پربھ سوری ہیں۔ ایضاً: ص ۷۱۔
۵۔ لفظ 'گاتھا' سے مراد پراکرت ہوتی تھی اور 'دوھا' سے اپ بھرنش ملی رائج الوقت زبان (مقدمہ تاریخ زبان اردو ص ۶۶)۔

رکھتا ہے۔ اس میں زبان نکھر جاتی ہے۔ یہ نمونہ جو ذیل میں نقل کیا جا رہا ہے سنہ ۱۳۱۴ عیسوی کا ہے:

ڈھولا ماریا ڈھلی مانہہ مچھیو میچھہ سرپر۔

[دلی میں ڈھول بجایا گیا اور ملچھوں (مسلمانوں) کے سرپر (جسم) بیہوش ہوگئے]۔ ۱

اس مطالعے سے جو حقایق سامنے آتے ہیں انہیں مختصراً اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے:

زبان	روپ	محل استعمال
۱۔ گجراتی	مون، مان، منہ، مہیں، منھہ، میں۔	ظرفی
۲۔ دکنی ۲	مان، منہ، مانہہ (مون)، منجھار، مجھار (بلا نون غنہ)، منے، منیں، میں (مون کا استعمال کمی کے ساتھ ہوا ہے)۔	"
۳۔ اردو (کھڑی، ھندی)	منے، منیں، میں (مون، بہت کم)۔	"
۴۔ قدیم ھندی ۳	من، مان، مہی، میں، مجھ	

۱۔ ڈاکٹر مسعود حسین خان: "مقدمہ تاریخ زبان اردو" لاھور، سنہ ۱۹۶۶ء، ص ۲۔

۲۔ مانہ، منہ، منھہ وہ لغات ھیں جو گجراتی سے قبل محمود کی نمونوں میں بھی دیکھنے میں آتے ھیں۔

۳۔ پرتھی راج راسو کی زبان کو بھی لوگ قدیم ھندی کہتے ھیں ص۷۔

	(قدیم ہندی میں 'ماہیں' اور 'مہم' بھی ہے)۱	ظرفی
۵- ہریانی	ماں - مانہیں - مانہہ- میں - ماہیں - موں - مانجھ -	"
۶- مرہٹی	میں - موں- مام - نیز منڑ (میں)-۲	"
۷- برج بھاشا	میں - مئیں -	"
۸- قنوجی	میں - مائیں - مئیں - ماں - موں -۳	"

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ظرفی 'میں' بالکل ابتدا ہی سے اردو میں اپنی موجودہ صورت میں مل رہا ہے - البتہ اس کے پہلو بہ پہلو دوسری لغات بھی برابر مستعمل رہیں- اس کا مطلب ہے یہ دوسری لغات 'میں' کا ماخذ نہیں- اسی طرح 'میں' کو دوسری لغات کا ماخذ کہنے میں تامل ہوتا ہے - کیونکہ اگر ان میں سے کوئی ، دوسرے سے ماخوذ ہوتا تو ماخذ کو مٹ جانا چاہئے تھا اور صرف اس کے نکھرے ہوئے روپ کو باقی رہنا چاہئے تھا لیکن ایسا نہیں ہے - جس سے اس خیال کو تقویت پہنچتی ہے کہ یہ تمام لغات کسی ایک زبان کے ایک یا چند لغات سے ماخوذ ہوں یا پھر مختلف

۱- ڈاکٹر شوکت سبزواری : "اردو زبان کا ارتقا"، گہوارہ ادب، سنہ ۱۹۵۶ء، ص ۲۳۷-

۲- مولوی عبدالحق: "مرہٹی زبان پر فارسی کا اثر" اورنگ آباد دکن، انجمن ترقی اردو، ۱۹۳۳ء، ص ۲۱-

۳- جارج گرائرسن: لنگوسٹک سروے آف انڈیا - جلد نہم کلکتہ ، ص ۱۲۵-

زبانوں کے مختلف لغات ان میں سے ہر ایک کا ماخذ ہوں۔ یعنی ہر لغت کا ماخذ جدا ہو۔

ماخذ کی بحث

بمیز، ہورنلے اور بھنڈار کرنے 'میں' کو سنسکرت 'مدھیے' سے نکالا ہے اور اس کے ارتقائی مدارج اس طور پر لکھے ہیں:

مدھیے۔ مجھے۔ ماجھے۔ ماھے۔ ماھیں۔ مائیں۔ میں۔۱

ان ارتقائی مدارج سے بحث کرتے ہوئے شوکت سبزواری نے لکھا ہے کہ "شاید یہ صحیح نہیں اس لئے کہ 'مدھیے' کی 'یے' ظرفیت کی نشانی ہے جو آخر تک باقی رہی اور برابر اس کا احساس دلاتی رہی کہ کلمہ ظرفی حالت کا ہے۔ پھر اس کی کیا ضرورت پیش آئی کہ اس پر (ھیں) اور اضافہ کیا جائے۔ اس کے علاوہ پراکرت میں ظرفی علامت ھیں ہے اور 'ماھے' میں 'ہ' اصل کلمے کی ہے"۔۲

قدیم ھندی میں 'ماھیں' کے ساتھ ساتھ "مہم" بھی ہے۔ ۳ بھنڈارکر کے اس خیال پر جرح کرتے ہوئے شوکت صاحب لکھتے ہیں: 'ماھیں' اگر 'ماہ' کی ظرفی حالت ہے تو 'مہم' کو کیا کہیں گے۔ اس میں 'م' ظرف کی علامت نہیں۔ یہ 'م' کہاں سے آیا اور کیوں آیا؟ پھر اس کی بھی کوئی وجہ نہیں بتائی گئی کہ 'ماھے' کی 'ہ' کس لیے حذف ہوئی۔۴

۱۔ ڈاکٹر شوکت سبزواری: "اردو زبان کا ارتقا" ڈھاکہ، گہوارہ ادب، ۱۹۵۶ء، ص ۲۳۷۔

۲۔ ایضاً۔

۳۔ ایضاً۔

۴۔ ایضاً۔

اس کے بعد وہ اس جانب بھی متوجہ کرتے ھیں کہ دکنی اردو میں 'میں' کے ساتھ ساتھ 'منے' بھی مستعمل تھا۔ 'منے' کیسے بنا؟ اگر یہ 'مدھیے' کی بدلی ھوئی صورت ھے تو 'ن' اس میں کہاں سے آیا؟ یہ سوالات کافی اھم ھیں اور جب تک ان کا کوئی تشفی بخش جواب نہ ھو 'میں' کا مذکورہ بالا اشتقاق صحیح اور قابل اعتماد قرار نہیں دیا جاسکتا۔١

شیام سندر داس نے بھی اس اشتقاق سے اختلاف کیا ھے اور اس کی دو وجہیں بتائی ھیں۔ اول یہ کہ 'مدھیے' سنسکرت میں اور 'مجھے' پراکرت میں کلمے کی اضافی حالت میں جوڑے جاتے ھیں۔ جس سے ظاھر ھوتا ھے کہ یہ آزاد مستقل کلمے ھیں۔ ان میں یہ صلاحیت نہیں کہ یہ اعرابی لاحقے کا کام دے سکیں۔ دوسرے "پرتھی راج راسو" میں 'مجھ' اور 'میں' ساتھ ساتھ استعمال ھوئے ھیں اگر 'میں' 'مجھ' سے گھس گھسا کر بنا تھا تو 'مجھ' کو مٹ جانا چاھئے تھا۔

شیام سندر داس کے نزدیک ماجھ، ماھیں، مہیں وغیرہ کلمات کی اصل " مدھیہ " ھے لیکن 'میں' پراکرت "ممیں"، پالی "سمیں" یا "مہیں" پالی یا سے ڈھالا گیا تھا۔٢

شوکت سبزواری کے نزدیک یہ خیال صحیح نہیں۔ وہ اعتراض اٹھاتے ھیں کہ اگر 'میں' اور 'منے' کی اصل "ممبں" ھے تو 'میں' کا غنہ اور 'منے' کا نون کس حرف کا قائم مقام ھے - ٣ وہ اس رائے

١۔ شوکت سبزواری: " اردو زبان کا ارتقا " ڈھاکہ، گہوارۂ ادب، ص ٢٣٧ -

٢۔ ایضاً ص ٢٣٧-

٣۔ ایضاً: ص ٢٣٨ -

کے موید ھیں کہ اردو 'میں' اور دکنی 'منے' دونوں سنسکرت 'سمن' سے ماخوذ ھیں اور اس کے تغیرات یہ ھیں:۔

سمن ۔ ممن ۔ ممیں ۔ میں ۔ اس میں اِی کا اے سے تبادلہ ھوا جو پراکرت عہد سے چلا آرھا ھے۔ ۱ 'منے' کی تبدیلیاں اس طور پر بتائی ھیں:۔ سمن ۔ ممن ۔ ممین ۔ منین ۔ منے ۔ اس میں دو میموں میں سے ایک 'میم'، 'نون' سے بدل گیا۔ جیسے 'سم' کا "م" 'ن' سے بدل کر "سن" ھوگیا تھا۔ ۲ پروفیسر ویبر نے بھی اسی رائے کا اظہار کیا تھا جب کہ کیلاگ کے نزدیک "میں" اور وہ تمام لغات جن میں "نون" ھے "مدھیے" سے ماخوذ نہیں ھوسکتے۔ ان کے خیال میں ان کا ماخذ "مدھیم" ھے۔ ۳ جو شوکت سبزواری کے نزدیک "مدھیہ" کی مفعولی حالت ھے۔ اس سے "میں" اور دوسرے لغات کو اخذ کرنا صحیح نہیں۔ ۴

وھٹنے (Whitney) نے اپنی گرامر میں ظرفی حالت کے سلسلے میں "Made ahim" (مدے اھم) اور "e'mam" (مدے مم یا مام) کا ذکر کیا ھے۔ ان لغات کے استعمالات کے سلسلے میں اس نے لکھا

۱۔ شوکت سبزواری: "اردو زبان کا ارتقا" ڈھاکہ، گہوارۂ ادب، ص ۲۳۸۔

۲۔ شوکت سبزواری: "اردو زبان کا ارتقا"، ڈھاکہ، گہوارۂ ادب، ص ۲۳۳۔

۳۔ ایضاً ص ۲۲۳۔

۴۔ ایضاً ص ۲۲۸

۵۔ ایضاً ص ۲۳۳

۶۔ ایضاً ص ۲۳۸۔

ھے کہ مَدِآھیم' یا مدِیہ ھم ، رگ وید میں استعمال ھوا ھے اور "e' mam" کی صورت میں مفعولی ثانوی (dative) حالت کے لیے استعمال ھوا ھے۔ اس کی ایک اور صورت انہوں نے "Madhyami" بھی لکھی ھے۔ ۱

"مدھیم" کا جہاں تک تعلق ھے اس سلسلے میں آر ایل ٹرنر نے بتایا ھے کہ "مہا بھارت" میں یہ بیچ میں یا درمیان (among) کے معنوں میں استعمال ھوا ھے۔ اس کی چند اور لغات بھی انہوں نے قدیم کتب کے حوالے سے لکھی ھیں جو یہ ھیں:-

۱- مدھیا یا مدھیہ "Madhya" رگ وید میں۔

۲- مدھ ینا "Madhyena" شاسترا برھمنا میں۔

۳- مدھیے "Madhye" منو کے دھرم شاستر میں۔

یہ تینوں لغات "درمیان" یا "میں" ھی کے طور پر استعمال ھوئی ھیں۔۲

کیلاگ نے بھی "مدھیم" کا ذکر کرتے ھوئے بتایا ھے کہ 'میں' اور وہ تمام لغات جن میں 'نون' ھے "مدھیے" سے ماخوذ نہیں ھوسکتے ، ان کے خیال میں ان سب کا ماخذ "مدھیم" ھے۔۳ شوکت سبزواری کے نزدیک یہ "مدھیہ" کی مفعولی حالت ھے (یعنی مدھیہ سے "مدھیم")۴ ھوسکتا ھے یہ خیال صحیح ھو۔

---

1. William Dwight Whitney "Sanskrit Grammar" pp. 101-102.

2. R.L. Turner: A Comparative Dictionary of Indo-Aryan Languages, London, O.U.P., 1960 p. 563.

۳- ڈاکٹر شوکت سبزواری : "اردو زبان کا ارتقا"، ص ۲۳۳-

۴- ایضاً ۲۳۸-

آر ایل ٹرنر نے اس ذیل میں ایک اور لغت مدھیات "Madhyat" لکھی ہے اور بتایا ہے کہ "رامائن" میں اس کا استعمال 'سے' کے معنوں میں یعنی مجروری حالت کے لیے ہوتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ مختلف لغات مدھیے، مدھیم، مدھ ینا اور مدھیات ایک ہی سلسلے کی کڑیاں ہیں ان میں اصل اور بنیادی لغت 'مدھیہ' یا 'مدھیے' ہے۔ اس کی تصریف (اس پر دوسرے حروف بڑھا کر) دوسری لغات بنائی گئی ہیں مثلاً 'مدھیم' میں "مدھیہ" پر 'ـَ م' کا اضافہ اور "مدھیات" میں 'مدھیہ' پر "ـَ ا ت" کا اضافہ، اور "مَدھینا" میں 'مدھیہ'، پر "ـِ نا" یا 'نا' کا اضافہ ہوا ہے۔ اس لحاظ سے 'مدھیات' کے معنے "میں سے" ہوں گے۔ اس اعتبار سے 'ـَ ا ت' کا لاحقہ 'سے' کے لیے اور لفظ 'مدھیے' میں کے معنوں میں ہے۔

پلیٹس کی تحقیق کے مطابق "میں" ہندی لفظ ہے جو عوامی بولی میں "میں" (بیائے معروف) کی صورت میں تھا۔ اس سے پہلے اپ بھرنش پراکرت میں اس کی صورت یہ تھی (مجہیں)۔ پراکرت میں یہ - اس سے پیشتر سنسکرت میں مدھیے یا مدھیہ تھا جو کہ ظرفی حالت ہے کی-۲ یہ وہی لفظ ہے جسے ہم اردو میں "مدھیے" یا "مدھیہ" لکھتے ہیں۔

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ کیلاگ اور ہورنلے، اسم کی غیر فاعلی حالت اور صیغۂ جمع کی فاعلی حالت کو ایک بتاتے ہیں ان کے خیال میں یہ سنسکرت اضافی لاحقے (س آ ے) (سی) سے حاصل کی گئی تھیں۔ جس کے مختلف تغیرات یہ ہیں: (س ا ے) س - ہ - ہے - اے -

---

۱- مدھیہ یا مدھیے میں آخری حرف متحرک تھا۔

2. John T. Platts: "A Dictionary of Urdu, Classical Hindi & English", London, Oxford University Press, p.

بھنڈارکر بھی اسے اضافی حالت ھی سے ماخوذ بتاتے ھیں لیکن چٹرجی کو اس سے اختلاف ھے۔ ان کے نزدیک یہ اسم کی ظرفی حالت ھے جو اسے سے ماخوذ ھے۔ اسے قدیم آریائی میں "ادھی" تھا پالی میں "دھی" ھوا۔ پراکرت میں "ھی" یا "ھم"۱ چنانچہ چند بردائی کے "راسو" میں صرف ایک لاحقہ چار مختلف حالتوں یعنی مفعولی (ثانوی Dative)، مجروری، اضافی اور ظرفی کے لیے استعمال ھوا ھے۔۲ یہ "ھی" اور "ھم" بعد کے دور میں "ے" اور "یں" کی صورت میں تبدیل ھوئے، جو بیمز کے نزدیک جدید بولیوں کے دور کے آغاز میں ھوا۔ "میں" کی بعض لغات کا استعمال ان لاحقوں کے وجود کو ثابت کرتا ھے جیسے مھی (مہی)، ماھی، مہم، مہیں، مہیے، منہ یا مانھ وغیرہ۔

آر ایل ٹرنر نے بتایا ھے کہ پالی اور اس کے بعد پراکرت میں "مجھا" ظرفی معنوں میں استعمال ھوا۔۳ پرانی اودھی میں اس کی صورت "منجھا" Manjha ھے۔ اس میں درمیانی "میم" نون غنہ سے بدل گیا ھے۔ ھندی میں "منجھ"، مراٹھی میں "مجھ"، اور "مجھیں" ھے۔۴ قدیم اردو کی دکنی شاخ میں "منجھ" اور مجھ پر لاحقہ "ھار" یا "آر" بڑھا کر منجھار اور مجھار بنایا گیا۔ چنانچہ اس کے وجود کا ثبوت نصرتی اور ھاشمی وغیرہ کے کلام سے مل جاتا ھے

۱۔ ڈاکٹر شوکت سبزواری: "اردو زبان کا ارتقا"، ڈھاکہ، گہوارۂ ادب، سنہ ۱۹۵٦ء، ص ۲۰۷۔

۲۔ ایضاً ص ۲۰۹۔

3. R. L. Turner: "A comparative Dictionary of Indo Aryan Languages" London, 1960, p. 563.

4. R.L. Turner: "A Comparative Dictionary of India - Aryan Languages", London, 1960 p. 563.

جس کے نمونے پہلے درج کیے جا چکے ہیں۔ اس کے علاوہ ہریانوی شاعروں کے یہاں "مانجھ" استعمال ہوا ہے۔ ماقبل حرکت کا اشباع ہریانی کی خصوصیت ہے چنانچہ "منجھ" کو "مانجھ" بنالیا۔ یہ وہی "مانجھ" اور "منجھ" ہے جس پر "دھار" لاحقہ لگا کر اردو میں سانجھ دھار، منجھ دھار اور "منجدھار" بنایا گیا۔

"میں" کے ماخذ کے سلسلے میں مولوی عبدالحق کی رائے یہ ہے:۔

"میں" منسکرت کے لفظ "مدھیا" سے بنا ہے۔ "مدھیا" کی مختلف صورتیں رفتہ رفتہ مدھیا، مدھی، مہی، ماھی اور ماہ ہوئیں۔ ان میں "دھا" "ھا" اور "یا" سے بدلا اور "یا" بعد میں "ای" ہوئی پھر "ای" بھی غائب ہوگئی ۱ "مانجھ" کے سلسلے میں مولوی عبدالحق کی تحقیق یہ ہے کہ مانجھ بمعنی درمیان استعمال ہوتا تھا اور یہ بھی "مدھیے" (مد ھ ی) ہی سے ماخوذ ہے۔ اس کے بعد کی صورتیں یا ارتقائی مدارج انہوں نے یہ لکھے ہیں:۔ "مائیں۔ مہاں۔ میں۔ موں۔ غرض "میں" آخر میں "ماہیں" سے بنا ہے" ۲۔

اب ایک بار پھر ادب اردو کی جانب توجہ کریں۔ سن ۸۲۵ھ و سن ۹۳۹ھ کے درمیان دکنی اردو میں یہ چند لغات مانہ، مانہہ، منہہ اور میں، نظر آتی ہیں۔ ہاشمی دکنی اور نصرتی کے یہاں "منجھار" اور "مجھار" بھی دیکھنے میں آتی ہیں۔ "موں" کا استعمال شاذ ہے۔ عام طور پر فخردین نظامی کے بعد ولی تک تمام شعرا کے یہاں جس لغت کا استعمال عام ملتا ہے وہ "میں" ہے۔ "منے" اور "منیں" اسی کے پہلو بہ پہلو استعمال ہوتے رہے ہیں۔ گجراتی اردو میں مانہ، منہ، ماہیں، ماہی اور مانہی وغیرہ کا استعمال عام طور پر ملتا ہے۔ کہیں کہیں "موں" بھی

۱۔ مولوی عبدالحق: "قواعد اردو" لاہور، ص ۱۳٦۔

۲۔ ایضاً: ۱۳٦۔

استعمال ہوا ہے - یہ استعمال جن بزرگوں کے یہاں ملا وہ سن ۹۱۲ھ سے ۱۰۲۳ھ کے درمیانی زمانے سے تعلق رکھتے ہیں- دکنی میں غالباً ۹۱۲ھ سے قبل مانہہ، منہ اور مانہہ کا استعمال ترک ہوچکا تھا - ممکن ہے یہ لغات گجراتی نے دکنی سے لی ہوں یا پھر کسی ایسی زبان سے، جس میں یہ لغات بعد تک موجود رہیں۔

شمالی ہند کے اردو شعرا میں امیر خسرو، اسماعیل امروہوی، تاباں، فضلی، افضل، حاتم وغیرہ سبھی کے یہاں "میں" کا استعمال عام طور پر ہوا ہے- البتہ "منے" اور "منیں" بھی پہلو بہ پہلو، "میں" کے ساتھ مستعمل رہے- نام دیو کے نام سے جو شبد "گرو گرنتھ اور اردو" میں نقل کئے گئے ہیں ان میں "من" اور "میں" استعمال ہوئے ہیں- ۱ نیز بھگت کبیر کے نام سے جو شبد درج ہیں ان میں "ماھی" اور "ماھیں" بھی "میں" کے پہلو بہ پہلو ملتے ہیں۔ کبیرداس کا زمانہ چودھویں صدی کا آخری یا پندرھویں صدی عیسوی کا پہلا چوتھائی حصہ بتایا گیا ہے- نام دیو کا کبیرداس سے پہلے ہونا بھجنوں سے ثابت ہے-۲ کبیر کا جہاں تک تعلق ہے وہ بنارس کے رہنے والے تھے اس لیے ان کی زبان جیسا کہ خود ان کا بیان ہے "بولی میری پوربی کی تاھے چینے نہ کوئی"- مشرق کی معیاری اور مستند اودھی ہے- لیکن ان کے کلام کا بڑا حصہ "کھڑی" میں بھی

۱- عباداللہ گیانی : گرو گرنتھ اور اردو، لاہور، مرکزی اردو بورڈ، سنہ ۱۹۶۶ء-

۲- ڈاکٹر سہیل بخاری : "اردو کی کہانی" طبع اول، لاہور، سنہ ۱۹۷۵ء، ص ۱۶۳-

ہے جسے شیرانی نے نقل کردیا ہے۔۱ اس کے علاوہ "قدیم اودھی" میں جو ملک محمد جایسی اور تلسی داس کی زبان ہے "مہم" بھی استعمال ہوا ہے۔۲ مرہٹی شاعر گیانیشور کے یہاں "میں" اور "موں" کا استعمال ایک ہی شعر میں ساتھ ساتھ ہوا ہے۔ گیانیشور کی بہن مکتا بائی کے کلام میں بھی "میں" کا استعمال ملتا ہے۔ ۱۳۱۴ء کا ایک نمونہ جو مسعود حسین خان نے اپنی کتاب "مقدمہ تاریخ زبان اردو" میں دیا ہے اس میں "مانہہ" کا استعمال ملتا ہے۔ "پرتھی راج راسو" میں، من، ماں، مہی اور میں، پہلو بہ پہلو ملتے ہیں۔ "پرتھی راج راسو" قدیم ہندی میں ہے اور بارھویں صدی عیسوی کی تصنیف بتائی جاتی ہے۔ بھنڈارکر نے لکھا ہے کہ قدیم ہندی میں "ماھیں" اور "مہم" بھی استعمال ہوئے ہیں۔ یہ دونوں لغات پہلو بہ پہلو دیکھنے میں آئے۔

ھریانی میں ماں، مانہیں، مانہہ، مانجھ، موں اور میں کا استعمال کیا گیا ہے۔ برج بھاشا میں " مئیں" اور مِیں (یائے معروف) ہے۔ برج ملی کھڑی میں "میں" کا استعمال ہوا ہے۔ قنوجی میں مائیں، مئیں، میں، ماں اور موں ہیں۔

اس مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ "میں" وہ واحد لغت ہے جو تقریباً ہر ایک کے یہاں ملتی ہے اور آخر تک برقرار رہتی ہے۔ باقی لغات کچھ عرصے کے لیے نظر آتی ہیں اور معدوم و متروک ہوجاتی

۱۔ ڈاکٹر شوکت سبزواری: "داستان زبان اردو"، طبع اول، کراچی، سنہ ۱۹۶۰ء، ص ۲۰۵۔

۲ ڈاکٹر شوکت سبزواری : "لسانی مسائل" طبع اول، کراچی، مکتبہ اسلوب، سنہ ۱۹۶۲ء، ص ۴۳۔

ہیں۔ البتہ "منے"، "منیں" اور "میں" وہ لغات ہیں جو عرصے تک اردو میں پہلو بہ پہلو استعمال ہوتی ہیں جب کہ دوسری لغات متروک ہوچکی تھیں۔ بعد میں تحریک اصلاح زبان کا اس پر بھی اثر ہوا چنانچہ منیں اور منے کو متروک قرار دے کر صرف "میں" کو برقرار رکھنے پر زور دیا گیا۔ اس جانب اشارہ کرتے ہوئے انشاء اللہ خاں انشاء لکھتے ہیں :

> "میں ان صاحبوں کا احسان مند ہوں کہ انہوں نے کئی نامعقول الفاظ ترک کردیے جیسے "منے" بمعنی "میں" (درمیان) پہلے یہ لفظ شعروں میں آتا تھا جیسا کہ میاں آبرو نے کہا ہے : بر منے جامہ نہ تھا اک جھول تھی"۔۱

۱۔ ڈاکٹر شوکت سبزواری: "داستان زبان اردو"، طبع اول، کراچی، سنہ ۱۹۶۰ء، ص ۱۴۰۔

کتابیات

۱- ابن نشاطی: مثنوی " پھولبن " کراچی، انجمن ترقیٔ اردو پاکستان، ۱۹۵۵ء۔

۲- ابواللیث صدیقی، ڈاکٹر: "جامع القواعد (حصہ صرف)"، لاہور، مرکزی اردو بورڈ، ۱۹۷۱ء۔

۳- اسماعیل امروہوی: "اردو کی دو قدیم مثنویاں" لاہور، ۱۹۶۹ء۔

۴- بحری، قاضی محمود: "کلیات بحری" مرتبہ ڈاکٹر سید محمد حفیظ، لکھنؤ، مطبع نول کشور، ۱۱۱۲ھ۔

۵- تاباں: "دیوان تاباں" مرتبہ مولوی عبدالحق، اورنگ آباد، دکن، انجمن ترقیٔ اردو، ۱۹۳۵ء۔

۶- حاتم، شیخ ظہورالدین: "شاہ حاتم، حالات و کلام" مرتبہ غلام حسین ذوالفقار، لاہور، مکتبۂ خیابان ادب، ۹۶۴ ء۔

۷- حسن شوقی: "دیوان حسن شوقی" ،مرتبہ ڈاکٹر جمیل جالبی، کراچی، انجمن ترقیٔ اردو پاکستان، ۹۷۱ ء۔

۸- رستمی بیجاپوری، کمال خاں: "خاور نامہ" کراچی، ترقیٔ اردو بورڈ، ۹٦۸ ء۔

۹- زور، محی الدین، ڈاکٹر: "ھندوستانی لسانیات" لاھور، مکتبۂ معین الادب، ۱۹٦۱ء۔

۱۰- سہیل بخاری، ڈاکٹر: "اردو کی کہانی" لاھور، مکتبۂ عالیہ، ۱۹۷۵ء۔

۱۱- شاھی، علی عادل شاہ ثانی: "کلیات شاھی" دھلی، ۹٦۰ ء۔

۱۲- شمس اللہ قادری: "اردوئے قدیم" لکھنؤ، مطبع نو لکشور، ۱۹۳۰ء۔

۱۳۔ شوکت سبزواری، ڈاکٹر: "داستان زبان اردو" کراچی، انجمن ترقیٔ اردو پاکستان، ۱۹۶۰ء۔

۱۴۔ شوکت سبزواری، ڈاکٹر: "اردو زبان کا ارتقا" ڈھاکہ، گہوارۂ ادب، ۱۹۵۶ء۔

۱۵۔ شوکت سبزواری، ڈاکٹر: "لسانی مسائل" کراچی، مکتبہ اسلوب، ۱۹۶۲ء۔

۱۶۔ عباداللہ گیانی: "گرو گرنتھہ اور اردو" لاہور، مرکزی اردو بورڈ، ۱۹۶۶ء۔

۱۷۔ عبدالحق، مولوی: "اردو کی ابتدائی نشو و نما میں صوفیاء کرام کا کام" کراچی، انجمن ترقیٔ اردو پاکستان، ۱۹۱۷ء۔

۱۸۔ عبدالحق، مولوی: "مرہٹی زبان پر فارسی کا اثر" اورنگ آباد، دکن، انجمن ترقیٔ اردو، ۱۹۳۳ء۔

۱۹۔ عبدالحق، مولوی: "قواعد اردو" لاہور، لاہور اکیڈمی، سنہ ندارد۔

۲۰۔ عبدالقادر سروری: "اردو مثنوی کا ارتقا" حیدرآباد دکن، مطبع عہد آفریں، ۱۹۴۰ء۔

۲۱۔ فائز: "دیوان فائز" مرتبہ سید مسعود حسین رضوی ادیب، دھلی، انجمن ترقیٔ اردو، ۱۹۴۶ء۔

۲۲۔ فضلی، فضل علی: "کربل کتھا"۔ مرتبہ مالک رام مختارالدین احمد، دھلی، ۱۹۶۵ء۔

۲۳۔ محمد باقر، ڈاکٹر: "اردوئے قدیم، دکن اور پنجاب میں" لاھور، مجلس ترقی ادب، ۹۷۲ ء۔

۲۴- محمد قلی قطب شاہ : "کلیات قلی قطب شاہ" مرتبہ محی الدین قادری زور، حیدرآباد دکن، ۱۹۴۰ء۔
۲۵- محمود شیرانی، حافظ : "پنجاب میں اردو" لاہور، مکتبہ معین الادب، ۱۹۷۲ء۔
۲۶- محمود شیرانی، حافظ: "پرتھی راج راسا، مع مطالب و تنقید وتبصرہ" دھلی، انجمن ترقیٔ اردو، ۱۹۴۳ء۔
۲۷- مسعود حسین خان، ڈاکٹر : "مقدمہ تاریخ زبان اردو" لاھور، مطبع عالیہ، ۱۹۶۶ء۔
۲۸- نصرتی، ملا : "دیوان نصرتی" لاھور، مطبع قوسین، ۱۹۷۲ء۔
۲۹- نظامی دکنی، فخردین: "مثنوی کدم راؤ پدم راؤ" مرتبہ ڈاکٹر جمیل جالبی، کراچی، انجمن ترقیٔ اردو پاکستان، ۱۹۷۳ء۔
۳۰- وجہی، ملا : "مثنوی قطب مشتری" کراچی، انجمن ترقیٔ اردو پاکستان، ۱۹۵۳ء۔
۳۱- وجہی، ملا : "سب رس" مرتبہ مولوی عبدالحق، کراچی، انجمن ترقیٔ اردو پاکستان، ۱۹۷۷ء۔
۳۲- ولی : "کلیات ولی" مرتبہ ڈاکٹر نورالحسن ھاشمی، کراچی، انجمن ترقیٔ اردو پاکستان، ۱۹۵۴ء۔

انگریزی کتب

34. Grier son, George: "Linguistic Survey of India, vol. IX, Calcutta, 1916.

35. Platts, John T: "A Dictionary of Urdu, Classical Hindi & English", London, Oxford University Press, reprint 1960,

36. Whitney, William Dwight: "Sanskrit Grammar", Oxford University Press, reprint 1950.

37. Turner, R. L.: A Comparative Dictionary of Indo-Aryan Languages, London, Oxford University Press, 1960.

(منظور شدہ تحقیقی مقالے سے ماخوذ)